9

بندہ کا مقام ہر حالت میں راضی برضائے الٰہی رہنا ہے

(فرمودہ 3 مارچ 1944ء بمقام لاہور)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"آج مجھے شدید سر دَرد کا دورہ ہوا ہے اور اُمّ طاہر کی حالت بھی ایسی نازک ہے کہ مَیں زیادہ دیر باہر نہیں رہ سکتا اس لیے میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ خطبہ بیان کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مَیں نے ابھی واپس جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ یہ قانون بنایا ہوا ہے کہ وہ جہاں تک دعاؤں کا تعلق ہے ان کے ساتھ دوستانہ رنگ کا معاملہ رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ دعاؤں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ بعض دفعہ تو اپنی مالکیت کا اظہار کرتا ہے اور بعض دفعہ اپنے فضل سے بندے کی دُعا کو قبول فرمالیتا ہے۔[1] آقا کے سامنے غلام کی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ کوئی بات کرے مگر خدا باوجود آقا ہونے کے اپنے بندوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اس سے دعائیں کریں، اس سے التجائیں کریں اور بعض دفعہ ناز اور بعض دفعہ نیاز سے اس سے مانگیں۔ مگر فرماتے تھے خدا اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ بندہ آقا بننے کی کوشش کرے۔ یعنی وہ یہ خیال کرلے کہ جو کچھ میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ اسے ضرور مان لے۔ بے شک وہ دعائیں مانگے، بے شک وہ اللہ تعالیٰ پر امید رکھے کہ وہ اس کی دعاؤں کو قبول

فرمائے گا۔ مگر پھر اسے سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح دو دوستوں کا آپس میں سلوک ہوتا ہے کہ کبھی وہ اس کی بات مان لیتا ہے اور کبھی یہ اس کی بات مان لیتا ہے اِسی طرح اللہ کا اپنے بندے کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مَیں نے تمہاری خاطر اپنا ایک لمبا سلسلۂ حالات بدل دیا، تمہاری دعا میں نے سن لی اور تمہاری اس دعا کو قبول فرما کر ایک ایسی چیز کو جو بظاہر ہوتی ہوئی نظر آتی تھی مَیں نے ٹلا دیا اور اپنی تقدیر کو بدل دیا یا ایک ایسی چیز جو بظاہر نہ ہوتی ہوئی نظر آتی تھی اسے تمہاری خاطر مَیں نے ہونے والی بنا دیا۔ لیکن کبھی خدا اپنے بندوں سے کہتا ہے کہ تم جو کچھ طلب کرتے ہو اُسے میری خاطر چھوڑ دو اِس وقت مَیں اپنی مرضی چلانا چاہتا ہوں۔ یہی رنگ مومن اور خدا میں ہمیشہ چلتا چلا جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک ہی شخص ہوتا ہے مگر ایک طرف تو اس کے متعلق ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ وہ خدا کے حکم کے ماتحت مُردوں کو زندہ کرتا چلا جاتا ہے اور دوسری طرف یہ دکھائی دیتا ہے کہ اسی کے ہاتھوں سے زندے نکل کر مر جاتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں ہمیں سارے انبیاء کے حالات میں نظر آتی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں ذکر آتا ہے کہ وہ مُردے زندہ کیا کرتے تھے۔2 انجیل میں بھی لکھا ہے کہ کئی مُردے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے زندہ ہوئے۔3 اب مُردے زندہ کرنے کے کوئی معنے لے لو۔ چاہے وہ لے لو جو عیسائی مانتے ہیں یا بعض مسلمان بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقی طور پر وہ جسمانی مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ چاہے وہ معنے لے لو جو ہماری جماعت کرتی ہے کہ ایسے بیمار جو بظاہر مر جانے والے ہوتے تھے جب حضرت مسیح ان کے لیے دعا کرتے تو ان کی دعا اور توجہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ زندگی دے دیتا۔ چاہے یہ معنے لے لو کہ مُردہ دل لوگوں کو وہ تبلیغ کرتے اور اپنی روحانیت کا ایسا اثر ان پر ڈالتے کہ وہ لوگ جو مُردہ دل ہوتے، جو روحانیت سے ناآشنا ہوتے اللہ تعالیٰ ان میں تقویٰ اور ایمان پیدا کر دیتا۔ ان میں سے کوئی معنے لے لو بہرحال ہر جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ اگر جسمانی مُردوں کو زندہ کرنا مُراد لے لو تب بھی ان کے زمانہ میں لاکھوں لوگ مرے ہوں گے۔ مگر انہوں نے جن لوگوں کو زندہ کیا ہوگا وہ پانچ سات ہی ہوں گے۔ خود وہ لوگ جو اس بات کے مدّعی ہیں کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسمانی مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے وہ بھی پانچ سات مُردوں کو زندہ کرنے کے ہی قائل ہیں اور وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ لاکھوں لوگ ان کے زمانہ میں مرے مگر انہوں نے صرف چند مُردوں کو ہی زندہ کیا۔ اور اگر سخت بیماروں کی شفالے لو تب بھی ان کے زمانہ میں لاکھوں لوگ بیمار ہوئے اور لاکھوں لوگ ہی بیماریوں سے فوت ہوئے ہوں گے مگر ان کی دعاؤں سے اچھے ہونے والے صرف چند لوگ ہی ہوں گے۔ اور اگر مُردوں کو زندہ کرنے سے مراد روحانی مُردوں کا احیاء لیا جائے تب بھی ان کی لاکھوں لاکھ کی قوم جو فلسطین میں آباد تھی اس میں سے چند سَو ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے باقی لوگ روحانی لحاظ سے مُردے ہی رہے۔ غرض کوئی معنے لے لو یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا نے کچھ معاملات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنی اور کچھ معاملات میں ان سے اپنی بات منوائی۔ یہی حال ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ دعا فرمائی کہ الٰہی! تُو عمر بن الخطاب یا ابو جہل میں سے کسی ایک کو ہدایت دے کر اسلام کو تقویت عطا فرما۔4 اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو ہدایت دے دی مگر ابو طالب جن کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑے احسانات تھے، جنہوں نے بڑے بڑے مشکل اوقات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد فرمائی اور جن کی ہدایت کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں بھی کیا کرتے تھے انہوں نے مرتے وقت بھی یہی کہا کہ اے میرے بھتیجے! میرا دل تو مانتا ہے کہ جو کچھ تُو کہتا ہے سچ ہے مگر مَیں اپنی قوم کے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتا اور اُسی پر جان دیتا ہوں۔5 تو اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمتیں ہوتی ہیں۔ بندے کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ آخر دم تک دعائیں کرتا چلا جائے اور خدا تعالیٰ پر توکل رکھے۔ لیکن جب خدا کی مشیت ظاہر ہو جائے چاہے خوشی کے رنگ میں، چاہے رنج کے رنگ میں تو اس کا دل تسلی پا جائے اور وہ خدا تعالیٰ پر کسی قسم کے شکوے کا اظہار نہ کرے۔ اگر خوشی ہو تب بھی اور اگر رنج ہو تب بھی۔ بندہ کے لیے یہی اصلی اور حقیقی مقام ہے کہ وہ ہر حالت میں اپنے رب کی رضا پر راضی رہے اور یہ نہ کہے کہ جس طرح غلام آقا کی بات مانتا ہے اسی طرح خدا اس کی ہر بات مانتا چلا جائے۔ آقا آقا ہی ہے

وہ جس قدر مانتا ہے اس کا احسان ہوتا ہے اور جو بات وہ نہیں مانتا اس میں بندے کو گلے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے میری یہ بات کیوں نہ مانی۔ اس کا ہماری کسی بات کو مان لینا احسان ہے اور کوئی شخص اپنے محسن سے یہ نہیں کہا کرتا کہ جب تُو نے مجھ پر دس احسانات کیے تو گیارھواں کیوں نہ کیا؟

پس مومن کو ہمیشہ یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں تک دعا کا تعلق ہے، مومن کو کبھی تھکنا نہیں چاہیے اور ایک منٹ کے لیے بھی اس کے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا نہیں سنے گا۔ چاہے کوئی مقدمہ ہو، بیماری ہو، مالی نقصان ہونے والا ہو یا جانی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو یا سیاسی یا اقتصادی نقصان کا احتمال ہو۔ غرض کتنا ہی بھیانک نقصان اسے پہنچنے والا ہو اُس کا فرض ہے کہ وہ اپنے رب پر توکل رکھے۔ اُس سے دعائیں مانگتا چلا جائے اور یہ خیال تک بھی اپنے دل میں نہ لائے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہی کہے کہ سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے اور وہ ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ لیکن جب خدا کا فیصلہ صادر ہو جائے تو خواہ اُس کا فیصلہ بعض دفعہ اُس کی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو اُس کا فرض ہے کہ جس طرح پہلے اس نے مومنانہ رنگ دکھایا اُسی طرح اب دوسرا مومنانہ رنگ یہ دکھائے کہ وہ پوری طرح خدا تعالیٰ کے فعل پر راضی ہو جائے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انسانی فطرت ایسے مصائب اور مشکلات کے وقت دکھ محسوس کرتی ہے مگر وہ دکھ اور رنج اَور چیز ہے اور خدا کی بات پر ناشکری کرنا اَور چیز ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک نواسے تھے۔ وہ بیمار ہوئے اور حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ جب آپ کی لڑکی نے سمجھا کہ اب آخری وقت قریب ہے تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بلا بھیجا مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ بڑے رحیم و کریم اور شفیق تھے آپ نے خیال فرمایا کہ اگر مَیں جاؤں گا تو تکلیف ہو گی اس لیے آپ نے جانے سے گریز فرمایا۔ اس پر پھر آپ کی لڑکی نے بڑے اصرار سے کہلا بھیجا کہ ایک دفعہ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے گئے۔ بچہ پر اُس وقت نزع کی حالت طاری تھی۔ اسے دیکھ کر آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔

ایک شخص نے آپ کے آنسو بہتے دیکھ کر کہا۔ آپ خدا کے رسول ہو کر روتے ہیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ خدا نے میرے دل میں رحمت اور شفقت پیدا فرمائی ہے۔ اگر تجھے خدا نے اس شفقت اور محبت سے محروم کر دیا ہے تو مَیں تیرا کیا علاج کر سکتا ہوں؟6

تو کسی رنج اور صدمہ کے موقع پر ہر انسانی قلب کو جو دکھ پہنچتا ہے اور جسمانی طور پر اس کی طرف سے اظہارِ غم ہوتا ہے، یہ اَور چیز ہے۔ شریعت اسے رأفت اور شفقت قرار دیتی ہے لیکن خدا سے شکوہ کرنا یا یہ کہنا کہ اس نے ہم پر سختی کی ہے یا ہمارا خدا پر کوئی حق تھا یہ کفر کی باتیں ہیں۔ مومن ایسے کلمات اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا۔ مومن کا دل اگر ایک طرف بنی نوع انسان کی محبت سے پُر ہوتا ہے تو دوسری طرف وہ خدا تعالیٰ کی رضا پر بھی کامل طور پر راضی رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی بیوی سے، اپنے بچوں سے، اپنے رشتہ داروں سے، اپنے دوستوں اور عزیزوں سے بلکہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کے رشتہ داروں اور تعلق رکھنے والوں سے محبت نہ کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہم دیکھتے ہیں آپ اپنی بیویوں سے اِس قدر محبت کیا کرتے تھے کہ بیویاں فرماتی ہیں ہم بعض دفعہ پانی پی کر گلاس رکھ دیتیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کو اٹھاتے اور جہاں ہم نے ہونٹ رکھ کر پانی پیا ہوتا وہاں اپنے ہونٹ رکھ کر پانی پیتے۔7 یہ گویا بِالواسطہ بوسہ ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دفعہ بیمار تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پاس بیٹھے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر کے اوپر ہاتھ مارا اور کہا ہائے میرا سر۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اُس وقت شدید سر درد تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا عائشہ! کیوں گھبراتی ہو؟ اللہ فضل کرے گا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا یا رسولَ اللہ! جانے بھی دیجیے اگر میں مر گئی تو آپ کا کیا ہے آپ ایک اَور شادی کر لیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقرہ کو سن کر فرمایا عائشہ! تُو نے کہا تھا ہائے میرا سر! اور جب مَیں نے کہا کہ اللہ فضل کرے گا تو تم نے کہہ دیا میرا کیا ہے میں اگر مر گئی تو آپ اَور

شادی کرلیں گے۔ سو اب مَیں تجھے کہتا ہوں "ہائے میرا سر"۔**8** چنانچہ آپ اس کے تیسرے دن بیمار ہوئے اور چند دن بعد فوت ہوگئے۔ معلوم ہوتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم ہوچکا تھا کہ اب میری وفات کا وقت قریب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب ناز کے ساتھ کہا کہ آپ کو میری کیا فکر پڑی ہے مَیں مر جاؤں گی تو آپ اَور شادی کرلیں گے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس راز کو ظاہر کر دیا اور فرمایا کہ تم تو یہ کہتی ہو مگر مَیں تمہیں یہ بتاتا ہوں کہ تم زندہ رہو گی اور مَیں وفات پا جاؤں گا۔

تو مومن جس قدر خدا کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے بنی نوع انسان کی ہمدردی اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کا مادہ بھی اس میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اُسے اِس بات کی بھی توفیق دے دیتا ہے کہ جب اسے کوئی تلخی پہنچے تو اسے وہ برداشت کرے۔ چنانچہ وہ پھر بھی خدا تعالیٰ کا شکر گزار ہی ہوتا ہے اور اس کی حمد اس کی زبان پر جاری ہوتی ہے۔

حضرت خلیفہ اول فرمایا کرتے تھے کہ میرا ایک لڑکا جو میری پہلی بیوی سے تھا اور اُس وقت تک میرا اکلوتا بیٹا تھا فوت ہوگیا اور وہ فوت بھی اِس طرح ہوا کہ مَیں سمجھتا ہوں مَیں نے ہی اُسے قتل کیا۔ اور یہ اِس طرح ہوا کہ وہ معمولی بیمار تھا آپ اسے دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے لیے دوائی کی ایک پڑیا تجویز کی۔ شاید اس کے گلے میں کوئی نقص تھا آپ نے وہ دوا تجویز فرما کر لڑکے کی والدہ سے کہا کہ یہ پڑیا اسے ابھی کِھلا دی جائے۔ آپ فرماتے تھے اُسی وقت بچے نے مجھے کہا ابّا! مجھے ایک گھوڑا لے دو۔ آپ باہر نکلے اور ایک رئیس سے جو گھوڑوں کا اچھا واقف تھا بات کرنے لگے کہ ہمیں ایسا گھوڑا چاہیے کہ اتنا قد ہو اور اتنی قیمت ہو۔ فرماتے تھے ابھی میں اُس سے باتیں ہی کر رہا تھا کہ نوکر دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا لڑکا فوت ہوگیا ہے۔ مَیں جو گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ پڑیا جب اُس کے منہ میں ڈالی گئی تو اسے اُچھّو آیا اور ساتھ ہی اس کا دم نکل گیا۔ آپ فرماتے تھے مجھے اِس کا اتنا صدمہ ہوا، اتنا صدمہ ہوا کہ جب مَیں نماز کے لیے کھڑا ہوا تو میرے منہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نہ نکلے اور بار بار میرے دل میں یہی خیال آئے کہ کس طرح اچانک میرا لڑکا فوت ہوگیا ہے۔ اِس پر یکدم میرے دل میں خیال

پیدا ہوا کہ نورالدین! تجھے آخر یہی خیال ہے کہ تیرا یہ لڑکا تیری یادگار ہوتا اور تیرا نام دنیا میں باقی رہتا۔ لیکن اگر بڑے ہو کر یہ لڑکا چور بن جاتا تو پھر تیری کیا عزت ہوتی یا اگر بڑا ہو کر یہ ظالم ہوتا، ڈاکو بن جاتا اور بنی نوع انسان کو دکھ پہنچاتا تو لوگ صرف اس کو گالیاں نہ دیتے بلکہ تجھے بھی گالیاں دیتے۔ ایسی حالت میں بچے کو اٹھالینا یہ تو اللہ تعالیٰ کا تجھ پر احسان ہے اور تیرا فرض ہے کہ تُو اس کے اس احسان کا شکر ادا کرے۔ آپ فرماتے تھے جب میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تو اُس وقت بے اختیار میری زبان سے بڑے زور کے ساتھ نکلا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور چونکہ مَیں نے بڑی بلند آواز سے اور چیخ کر کہا تھا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اس لیے مقتدی بھی حیران ہو گئے کہ یہ کیا ہوا۔ چنانچہ بعد میں انہوں نے مجھ سے پوچھا اور مَیں نے بتایا کہ آج اِس طرح خدا نے میری راہ نمائی فرمائی ہے ورنہ میرے دل کو سخت صدمہ پہنچا تھا۔

تو حقیقت یہی ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کی ہر تقدیر پر خوش ہوتا ہے گو وہ اس کی مرضی کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ مگر جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی ہی تقدیر پر خوش ہوتا ہے وہاں وہ آخر تک مایوس نہیں ہوتا۔ ہم نے دیکھا ہے، اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور متواتر دیکھا ہے کہ جب کوئی چیز بظاہر بالکل ناممکن نظر آتی ہو اور ہم سمجھتے ہوں کہ وہ نہیں ہو سکتی اُسی وقت خدا تعالیٰ کا فعل اس ناممکن امر کو ممکن بنا دیتا ہے۔ ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں، خود اپنی ذات میں اور جماعت کے متعلق جو دعائیں کی جاتی ہیں ان کے نتیجہ میں یا دعاؤں کے بغیر خدا تعالیٰ کی رحمانیت کے فضل کے نتیجہ میں ہم نے ایسی سینکڑوں مثالیں دیکھی ہیں کہ انسان جب زندگی سے بالکل مایوس ہو جاتا ہے، عزت سے بالکل مایوس ہو جاتا ہے، حالات کی درستی سے بالکل مایوس ہو جاتا ہے، اقتصادی یا سیاسی نقصانات کی تلافی سے بالکل مایوس ہو جاتا ہے اور جب اسے نظر آتا ہے کہ اب اِس بات کا ہونا بالکل ناممکن ہے اُسی وقت خدا کی تقدیر آسمان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور جس کام کے متعلق وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ وہ کبھی نہیں ہو سکتا اِتنی آسانی سے ہو جاتا ہے کہ کہنے والے کہتے ہیں یہ بات تو آخر ہو ہی جانی تھی اِس میں عجیب بات کونسی ہے۔ جس طرح انگریزوں کو جب ابتدا میں شکستیں ہونی شروع ہوئیں تو مَیں نے قبل از وقت

اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر شائع کر دیا تھا کہ انگریزوں کو فتح ہو گی۔ اُس وقت حالات ایسے مایوس کُن تھے کہ سب لوگ کہتے تھے انگریزوں کا فتح پانا بالکل ناممکن ہے۔ پرائم منسٹر نے بھی کہا کہ چھ مہینے پہلے اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ ہم اس جنگ میں فتح حاصل کر لیں گے تو ہم اسے پاگل سمجھتے۔ لیکن جب یہ واقعہ ہو گیا اور چھ ماہ کے بعد جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی انگریزوں کی حالت بدلنی شروع ہوئی اور انہوں نے فتوحات حاصل کرنی شروع کر دیں تو بہت لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ کونسی عجیب بات تھی ہر شخص انگریزوں کی طاقت کو دیکھتے ہوئے قیاس سے کہہ سکتا تھا کہ آخر انہی کو فتح ہو گی۔ تو بسا اوقات جن باتوں کو انسان ناممکن قرار دیتا ہے جب اللہ تعالیٰ ان کے متعلق آسمان پر فیصلہ کر دیتا ہے کہ وہ ہو جائیں تو وہ باتیں ایسی آسانی کے ساتھ ہو جاتی ہیں کہ بعد میں لوگ ان حالات کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ ایسا ہو ہی جانا تھا اس میں انوکھی بات کونسی ہے؟

غرض مومن کے لیے دونوں حالتیں ضروری ہیں۔ ایک طرف وہ اللہ تعالیٰ پر سچا یقین رکھے اور اس کی نصرت اور تائید سے ایک لمحہ کے لیے بھی مایوس نہ ہو۔ کیونکہ ہمارا تجربہ بتاتا ہے کہ ناممکن چیزوں کو وہ ممکن بنا دیتا ہے اور جب انسان کی عقل کسی کام کو ہونے والا قرار نہیں دیتی اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے ہونے والا بنا دیتا ہے۔ لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ بعض دفعہ اپنے بندوں سے اپنی مرضی بھی منوانا چاہتا ہے۔ بہر حال وہ بادشاہ ہے اور حق رکھتا ہے کہ جس طرح چاہے کرے۔ کسی انسان کا اختیار نہیں کہ وہ یہ کہہ سکے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَبِالْقُرْاٰنِ حَكِيْمًا۔ ”

(الفضل 18/اپریل 1944ء)

---

1 : الحکم 10 نومبر 1902ء صفحہ 3 (مفہومًا)

2 : المائدۃ: 111

3 : متی باب 9 آیت 18 تا 26

4 :ترمذی ابواب المناقب مناقب ابو حفص عمر بن الخطاب باب اِسْلَامِ عُمَرَ عَلٰی اِثْرِ دُعَائِہٖ

5 :سیرت لابن ہشام جلد 2 صفحہ 59 زیر عنوان وفاۃ ابی طالب وخدیجہ ۔ مصطفٰی البابی الحلبی واولادہ بمصر 1936 ء

6 :بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یُعَذَّبُ المیّتُ بِبَعْضِ بُکَاءِ اَھْلِہٖ اِذَا کَانَ النَّوْحُ مِنْ سُنَّتِہٖ

7 : سنن النسائی کتاب الطھارۃ باب مواکلۃ الحائض و الشُّربِ مِنْ سؤرھا

8 :سیرت ابن ہشام جلد 4 صفحہ 292 زیر عنوان ابتداء شکوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ مطبوعہ مصطفٰی البابی الحلبی واولادہ بمصر 1936ء